Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
(Bi-Annual) Trilingual: Urdu, Arabic and English
ISSN: 2707-1200 (Print) 2707-1219 (Electronic)
Home Page: http://www.arjish.com
Approved by HEC in "Y" Category
Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
Published by the Al-Khadim Foundation which is a registered organization under the Societies Registration ACT.XXI of 1860 of Pakistan
Website: www.arjish.com
Copyright Al Khadim Foundation All Rights Reserved © 2020
This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0 International License

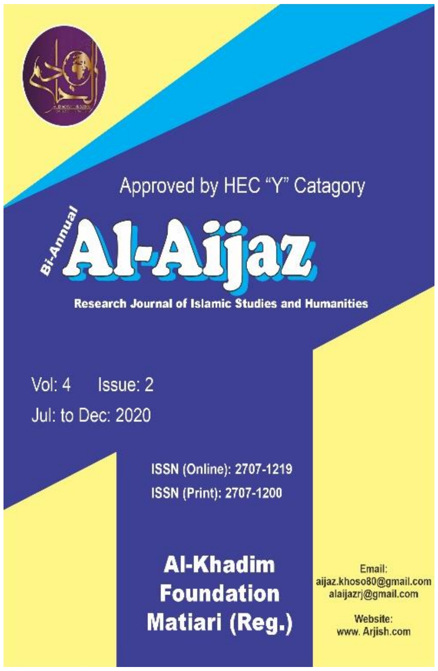

TOPIC:

Research review of the limitation of punishment for children during training and education

AUTHORS:

1. Nazakat Ali, Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies, University of Haripur.
2. Faisal Iqbal, Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies, University of Haripur.
3. Muhammad Ibrahim, Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies, University of Haripur

How to cite:
Ali, N. ., Iqbal, F. ., & Ibrahim, M. (2020). U-18 Research review of the limitation of punishment for children during training and education. *Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities*, *4*(2), 286-298.
https://doi.org/10.53575/u18.v4.02(20).286-298

URL: http://www.arjish.com/index.php/arjish/article/view/147

Vol: 4, No. 1 | January to June 2020 | Page: 286-298

Published online: 2020-12-20

QR Code

بچوں کو دوران تربیت و تعلیم سزا دینے کی حدود قیود کا تحقیقی جائزہ

Research review of the limitation of punishment for children during training and education

Nazakat Ali*
Faisal Iqbal**
Muhammad Ibrahim***

Abstract
It is a natural principle in the world to reward good performance and punish bad performance or violation of rules and regulations. But children deserve love because they are not bound by the law and their weakness. Therefore, it is permissible to punish children for violating the rules and regulations during education and training. But Shari'a has set limits on punishing children. Because without limits and restrictions of anything, there is a danger of extremism. It is not permissible to beat a child with a stick as punishment. However, it is permissible to hit up to three numbers by hand. But it is not permissible to beat so hard that it marks or injures the body of child. It is also not permissible to slap a child in the face. It is also forbidden to punish a child beyond his means.
Keywords: Child , punishment, permissible, regulation, limit.

تمہید:

انسانی معاشرے میں امن وامان قائم کرنے اور فتنہ وفساد کے خاتمے کے لیے سزا اور جزا کا قانون ناگزیر ہے۔اسی طرح انسانی تربیت میں بھی سزا اور جزا کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ بہترین کارکردگی پر انعام واکرام اور برائی اور غلطی پر سزا دینا ایک فطری عمل بھی ہے۔ جس کا کوئی بھی انسان انکار نہیں کر سکتا ہے۔ معاشرے کی تعمیر و ترقی اور انسانی فلاح و بہبود میں مہذب و باصلاحیت افراد ہی بہترین کردار ادا کرتے ہیں۔ لیکن ہر انسان کو قدرت کی طرف سے عطا کی گئی صلاحیتوں کا صحیح استعمال اور اچھی تربیت کے بعد ہی ممکن ہے۔انسان کی تربیت کا زمانہ بچپن ہے، لیکن بچہ احکام اسلامی کا مکلف بلوغت کے بعد ہوتا ہے۔بچے کی تربیت کے دوران بھی سزا اور جزا کی ضرورت پڑتی ہے۔آج کل عام طور پر تو"مار نہیں پیار" کے اصول کی تبلیغ و تشہیر عام ہے۔ایک طرف تو بچے کے لیے سزا کو زہر قاتل تصور کیا جا رہا ہے جب کہ دوسری طرف ہر غلطی پر سزا کو ہی ناگزیر سمجھا رہا ہے۔ ضرورت اس امر کو جاننے کی تھی کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق بچے کی تربیت اور اس کی کوتاہیوں اور غلطیوں پر سزا دی جا سکتی ہے یا نہیں ؟اور اس کی حدود قیود کیا ہیں؟ تو اس آرٹیکل میں بچوں کی سزا اور اس کی حدود و قیود کو تحریر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

---

* Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies, University of Haripur.
** Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies, University of Haripur.
*** Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies, University of Haripur

بچوں پر شفقت اور نرمی:

اسلام بچوں کے ساتھ محبت اور شفقت کرنے کا حکم کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ پیار و شفقت کی وجہ سے بچوں کو گلے لگاتے تھے اور ان سے شفیقانہ برتاؤ کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں کھانے کی دعوت دی گئی تھی ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے تو اچانک راستے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کھیلتے ہوئے مل گئے تو نبی کریم ﷺ جلدی سے قوم سے آگے بڑھے اور اپنی دونوں باہوں (ہاتھوں) کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے پھیلا دیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ ادھر اُدھر بھاگتے رہے اور آپ ﷺ ان کو ہنساتے رہے حتی کہ آپ ﷺ نے انھیں پکڑ لیا اور آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی اور دوسرا ان کے سر پر رکھا پھر انھیں گلے لگایا اور پیار کیا (بوسہ دیا) پھر فرمایا:

'' حسين منى وانا منه حسين مني وأنا منه أحب الله من أحب الحسن والحسين سبطان من الأسباط''[1]

حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں، جو حسن و حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ دونوں میرے نواسے (اولاد) ہیں''۔

نبی کریم ﷺ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل کو ویسے بھی بیان کر سکتے تھے لیکن ان کے لیے باہوں کو پھیلانا اور ان کو ہنسانا اور گلے لگانا اور بوسہ دینا کمال شفقت و محبت کا درس دیتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بچہ چاہے اپنا ہو یا دوسرے کا پیار اور محبت کا مستحق ہوتا ہے، گویا بچے سے پیار و محبت کرنا یہ بچے کا حق ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کیا آپ بچوں کو بھی بوسہ دیتے ہیں؟ ہم تو ان کو بوسہ نہیں دیتے؟

'' أوأملك لك أن نزع الله من قلبك الرحمة''[2]

تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالی نے تیرے دل سے نرمی کو نکال دیا ہے تو میں اس پر قادر نہیں کہ تمہارے دل میں نرمی پیدا کروں۔ گویا جو بچے کو پیار نہیں کرتا اس کا دل شفقت و رحمت سے خالی ہے، اور سختی سے بھرا ہوا ہے۔ بلکہ ایک روایت میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

''من لم يرحم صغيرنا ويعرف حق كبيرنا فليس منا''[3]

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔

نبی کریم ﷺ ہمیشہ بچوں کے ساتھ پیار کرتے اور ان کے ساتھ نرمی کا سلوک فرماتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے بچوں کی غلطی پر بھی کبھی انہیں ڈانٹا تک نہیں بلکہ ان کے ساتھ نرمی اور محبت کا معاملہ کیا۔

ام قیس بنت محصن سے روایت ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچے کو جو ابھی کچھ کھا نہیں سکتا تھا، کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں، تو اس کو نبی ﷺ کی گود میں بٹھایا، تو اس نے آپ ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔

'' فدعا بماء، فنضح عليه ولم يغسله''[4]

تو آپ ﷺ نے پانی مانگا، اور اس پر بہادیا اور اسے دھویا نہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ چھوٹے بچوں کو اٹھاتے تھے جو بچوں کے ساتھ پیار کرنے کی دلیل ہے۔ دوسرا بچے کے پیشاب کرنے پر بھی نہ اسے ڈانٹا اور نہ اس کی ماں کو کچھ کہا بلکہ نفرت کا اظہار بھی نہیں کیا اور اس کو برداشت کیا جو کہ کمال شفقت و محبت پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ اس طرح کی دوسری احادیث کے بارے میں امام نووی فرماتے ہیں کہ

''وفيه الندب إلى حسن المعاشرة واللين والتواضع والرفق بالصغار وغيرهم''[5]

اور اس میں چھوٹوں اور دوسروں کے ساتھ مہربانی، عاجزی، اور نرمی اور حسن معاشرت کے مندوب ہونے کا بیان ہے۔

نبی کریم ﷺ تو بچوں کے ساتھ شفقت و محبت کے ساتھ ساتھ ان کی محافظت اور آرام کا بھی خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت حضرت قتادۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''خرج علينا النبي صلى الله عليه وسلم وأمامة بنت أبى العاص على عاتقه، فصلى فإذا ركع وضع وإذا رفع رفعها''[6]

نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور امامہ بنت اَبی العاص آپ کے کندھوں پر تھی، تو آپ ﷺ نے اسی طرح نماز پڑھی جب آپ ﷺ رکوع کرتے اسے نیچے رکھ دیتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو اسے اٹھا لیتے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حالت نماز میں بھی بچی کے آرام کا خیال رکھا اور اسے علیحدہ نہیں کیا کہ کہیں جدائی کی وجہ سے وہ روئے نہ اور اسے تکلیف نہ اور خود تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے امامہ بنت اَبی العاص کو اٹھا کر نماز ادا کی۔ علامہ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

'' واستنبط منه بعضهم عظم قدر رحمة الولد لأنه تعارض حينئذ المحافظة على المبالغة في الخشوع والمحافظة على مراعاة خاطر الولد فقدم الثاني ويحتمل أن يكون صلى الله عليه وسلم إنما فعل ذلك لبيان الجواز''[7]

بعض حضرات نے اس حدیث سے بچے کے ساتھ رحمت و محبت کی قدر کی عظمت پر استدلال کیا ہے اس لیے کہ (نبی کریم ﷺ کا حالت نماز میں امامہ بنت اَبی العاص کو اٹھانے) کے وقت میں انتہائی خشوع کی محافظت اور بچے کی محافظت کی فکر کی رعایت کرنے میں تعارض ہوا، تو آپ ﷺ نے دوسرے (بچے کی محافظت کی فکر کو) مقدم کیا، اور یہ احتمال بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیان جواز کے لیے یہ فعل کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے معاملے میں اصل نرمی اور شفقت ہے۔ یعنی بچوں کے ساتھ سختی کا رویہ نہ رکھا جائے بلکہ پیار و محبت، شفقت اور نرمی کا سلوک و رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

بچوں کو غلطی پر تنبیہ کرنا:

اسلامی تعلیمات اور سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں بچوں کے ساتھ اصل معاملہ تو شفقت و محبت کا کرنا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بچوں کو بے مہار چھوڑ دیا جائے، اور ان کی ہر الٹی سیدھی بات کو برداشت کیا جائے۔ بلکہ بچوں کی غلطی یا غیر شرعی امور پر ان کو تنبیہ بھی کرنا چاہیے۔ تعلیم و تربیت بچے کا حق ہے، تو اس کے لیے بچے کو آزاد منش، بے دین نہ بنائے بلکہ بچے کو تنبیہ و تاکید کرتا رہے۔ نبی کریم ﷺ کی حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے پیار و محبت مثالی تھی، لیکن اس کے باوجود جب ایک دفعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجور کھانی شروع کی تو اس پر فوراً تنبیہ کی:

''فاستخرجها النبي صلى الله عليه وسلم وقال إن الصدقة لا تحل لنا''[8]

نبی کریم ﷺ نے ان کے منہ سے کھجو نکال لی اور فرمایا صدقہ ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ محبت و شفقت کے ساتھ ساتھ تنبیہ بھی ضروری ہے۔ بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''علقوا السوط حيث يراه أهل البيت، فإنه لهم أدب''[9]

نگرانی کے لیے کوڑا ایسی جگہ پر لٹکا کر رکھو جہاں گھر والے اسے دیکھ سکیں، اس میں ان (گھر والوں) کے لیے ادب ہے۔

گھر والوں میں بچے اور بیوی سب داخل ہیں اور کوڑا لٹکانے کا مقصد گھر والوں کی نگرانی اور تنبیہ کرنا ہے۔ تاکہ کوڑا سامنے ہو گا تو ہر وقت تنبیہ کا خوف ہو گا۔ اس روایت میں مارنے کا ذکر نہیں ہے صرف کوڑا لٹکانے کا حکم ہے جس سے اشارہ اس طرف ہے کہ مارنے میں جلدی نہ کرے بلکہ کوڑا دکھا کر تنبیہ کرے۔ چنانچہ ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو دس باتوں کی وصیت کی اور ان میں ایک یہ بھی ہے کہ:

''وأنفق على عيالك من طولك، ولا ترفع عنهم عصاك أدبا وأخفهم في الله''[10]

اور اپنے گھر والوں پر اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کر، اور ادب کے لیے ان پر سے اپنی چھڑی نہ ہٹانا اور ان کو اللہ تعالیٰ سے خوف دلاتے رہنا۔

اس حدیث میں چھڑی نہ ہٹانے سے مراد اولاد کو تنبیہ کرنا ہے۔ مشہور حنفی عالم ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''والمعنى إذا استحقوا الأدب بالضرب فلا تسامحهم ـــــ (وأخفهم في الله) أي: أنذرهم في مخالفة أوامر الله ونواهيه

بالنصيحة، والتعليم، وبالحمل على مكارم الأخلاق من إطعام الفقير وإحسان اليتيم وبر الجيران وغير ذلك.''[11]

اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ ادب کے لیے مارنے کے مستحق ہوں تو پھر اس میں ان پر نرمی نہ کرو۔۔۔۔۔۔(اور ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے رہو) یعنی ان کو نصیحت اور تعلیم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی مخالفت، اور عمدہ اخلاق، فقیر کو کھلانے، یتیم کے ساتھ احسان کرنے پڑوسیوں کے ساتھ نیکی وغیرہ پر برانگیختہ کرنے کے لیے ڈراؤ۔

اسی طرح شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ:

''لکڑی نہ ہٹانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بے فکر نہ ہوں کہ باپ تنبیہ نہیں کرتا اور مارتا نہیں جو چاہے کرتے رہو بلکہ ان کو حدود شرعیہ کے تحت میں کبھی کبھی مارتے رہنا چاہیے کہ بغیر مار کے اکثر تنبیہ نہیں ہوتی۔''[12]

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تنبیہ اور سزا کے لیے چھڑی رکھنا بھی جائز ہے۔ چھڑی رکھنے کو بچے کے ساتھ زیادتی یا جرم تصور کرنا ان روایات سے متصادم ہوگا۔ لھذا بچے کی تنبیہ کے لیے چھڑی رکھنا درست ہے۔ اگر چھڑی رکھنے سے خوف وہراس پھیلتا اور اس سے بچے کا نقصان ہوتا تو معلم اعظم حضرت محمد ﷺ کبھی بھی اس کا حکم نہ فرماتے۔ اس لیے کہ چھڑی کا مقصد صرف یہ ہو کہ بچے کے ذہن میں رہے کہ قوانین وضوابط کے خلاف کرنے تنبیہ ہوگی۔ لیکن جہاں خطرہ ہو کہ کوئی معلم یا استاد یا کوئی بھی چھڑی سے بچے کو زیادہ سزا دیتا ہے تو وہاں چھڑی نہیں رکھنی چاہیے جیسا کہ بعض مدارس دینیہ کی حفظ کی کلاس میں چھڑی رکھنے پر پابندی ہے۔ اس لیے کہ چھڑی سے نابالغ بچے کو مارنا اور بچے پر تشدد کرنا کسی بھی صورت میں درست نہیں ہے، جس کے بارے میں بحث آگے آرہی ہے۔

بچوں کو سزا دینا:

بچوں کو غلطی پر تنبیہ کرنا تو بہت ہی ضروری امر ہے، لیکن کیا تنبیہ صرف اچھی نصیحت یا ڈانٹ ڈپٹ سے کرے، یا تنبیہ کے لیے سزا بھی دے سکتا ہے؟ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ تنبیہ کے لیے بچوں کو غلطی پر سزا دینا بھی جائز ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها، وهم أبناء عشر وفرقوا بينهم في المضاجع''[13]

اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات سال کے ہو جائیں، اور نماز کے لیے ان کو مارو (سزا دو) جب وہ دس سال کے ہوں، اور ان کے بستر سونے میں علیحدہ کردو۔

اس حدیث پاک سے بالکل واضح ہے کہ دس سال کی عمر کا بچہ اگر نماز میں سستی یا کوتاہی کرے تو اسے تنبیہ کے لیے مارنا یعنی سزا دینا جائز ہے۔ چنانچہ علامہ خطابی لکھتے ہیں کہ:

''يدل على إغلاظ العقوبة له إذا تركها متعمدا بعد البلوغ ونقول إذا استحق الصبي الضرب وهو غير بالغ فقد عقل أنه بعد البلوغ يستحق من العقوبة ما هو أشد من الضرب وليس بعد الضرب شيء مما قاله العلماء أشد من القتل.''[14]

نبی ﷺ کا قول بچے کے لیے سخت سزا پر دلالت کرتا ہے جب کہ وہ بلوغت کے بعد جان بوجھ کر نماز ترک کرے، اور ہم کہتے ہیں کہ جب بچہ جو بالغ بھی نہیں مارنے (سزا) کا مستحق ہے تو اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ بلوغت کے بعد (ترک نماز) پر ارنے سے زیادہ سخت سزا کا مستحق ہے اور علماء نے فرمایا کہ مارنے سے زیادہ سخت سزا قتل ہے۔

حضرت لقمان حکیم کا قول ہے کہ:

'' ضرب الوالد لولده كالماء للزرع ''[15]

والد کی مار اولاد کے لیے ایسی ہے جیسے کھیتی کے لیے پانی۔

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بچے کو غلطی پر تنبیہ کرنا اور سزا دینا جائز ہے۔ لیکن اس سزا کی حدود کیا ہیں؟ کتنی سزا دے؟ اور کیا چھڑی سے سزا دینا شرعا کیسا ہے؟

بچے کے لیے سزا کی حدود و قیود:

بچے کو کسی غلطی پر تربیت کے لیے تنبیہ کرنا اور سزا دینا جائز ہے۔ لیکن بچے کو جو سزا دی جاتی ہے وہ تنبیہ و تادیب کے لیے ہوتی ہے، اس لیے کہ نابالغ بچہ شریعت کا مکلف نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی تعزیر کے واجب ہونے کی شرائط میں نقل کرتے ہیں کہ بچے کو عاقل ہونے کے بعد تادیبا تعزیر دی جاسکتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ بچہ اہل تادیب میں سے ہے، اہل عقوبت (سزا) میں سے نہیں ہے۔ اور اس پر دلیل وہی حدیث پیش کرتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ بچہ دس سال کا ہو جائے تو ترک نماز پر اسے مارو اور اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''وذلك بطريق التأديب والتهذيب لا بطريق العقوبة؛ لأنها تستدعي الجناية، وفعل الصبي لا يوصف بكونه جناية، بخلاف المجنون والصبي الذي لا يعقل؛ لأنهما ليسا من أهل العقوبة ولا من أهل التأديب.''[16]

اور یہ مارنا تادیب اور تہذیب کے طور پر ہے نہ کہ سزا کے طور پر، اس لیے کہ سزا تو جنایت کو چاہتی ہے اور بچے کا فعل جنایت نہیں ہوتا، بخلاف اس بچے کے جو مجنون اور سمجھدار (عاقل) نہیں ہے، اس لیے کہ یہ دونوں نہ اہل عقوبت سے ہیں اور نہ اہل تادیب سے۔

جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ بچے کی غلطی کی وجہ سے بھی اس کی سزا صرف تادیبا ہی ہو گی تعزیرا نہیں ہو گی۔ تو تادیبا سزا میں بچے کی رعایت

ضروری ہے اس میں زیادہ سختی نہیں ہو گی۔اسی وجہ سے فقہاء نے فرمایا کہ بچے کو کوڑے یا لکڑی (چھڑی) سے نہ مارے۔ چنانچہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ :

’’ "تؤمر بها الأولاد" إذا وصلوا في السن لسبع سنين وتضرب عليها لعشر بيد لا بخشبة أي عصا كجريدة رفقا به وزجرا بحسب طاقته ولا يزيد على ثلاث ضربات بيده ‘‘[17]

بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انھیں نماز کا حکم کرو اور دس سال کے ہوں تو (نماز کے ترک کرنے) پر ان کو ہاتھ کے ساتھ مارو نہ کہ لکڑی سے یعنی عصا یا چھڑی سے نہیں، نرمی کرنے کی وجہ سے، اور ان کی برداشت کے مطابق ڈانٹا جائے، اور ہاتھ سے بھی تین ضربوں سے زیادہ نہ مارے۔

لیکن اس پر ایک سوال ہو سکتا ہے کہ حدیث پاک میں تو صرف مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چھڑی اور عصا سے مارنے کی ممانعت نہیں ہے پھر یہ قید کیوں لگائی کہ ہاتھ سے مارے اور چھڑی وغیرہ سے نہ مارے۔

علامہ طحطاویؒ اس کا جواب دیتے ہوتے فرماتے ہیں کہ :

’’أنه خص الضرب بغير الخشبة لقرينة وهو أن الضرب بها إنما ورد في جناية صدرت من مكلف ولا جناية من الصغير وقد ورد في بعض الآثار ما يدل عليه وهذا الضرب واجب ‘‘[18]

مارنے کو لکڑی کے علاوہ کے ساتھ ایک قرینہ کی وجہ سے خاص کیا اور وہ یہ کہ لکڑی کے ساتھ مارنا مکلف سے جنایت کے صدور پر وارد ہوا ہے اور چھوٹے (بچے) سے جنایت نہیں ہوتی اور اس پر بعض آثار دلالت کرتے ہیں، اور یہ مارنا واجب ہے۔

یعنی چھڑی سے سزا دینا مکلف کے جرم پر ہوتا ہے اور بچے کے کسی فعل کو جرم نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ بچہ احکام شرعیہ کا مکلف نہیں ہے۔ جب بچے کا کوئی فعل جرم نہیں تو اس کو بطور تادیب یا سزا اس کی برداشت سے زیادہ دینا جائز نہ ہو گا۔ لھذا بچے کو چھڑی سے مارنا بھی جائز نہ ہو گا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب احکام اسلام میں سب سے بڑے عمل یعنی نماز میں سستی پر بچے کو چھڑی سے مارنا جائز نہیں، تو اور کسی فعل پر کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ دوسرا صرف ہاتھ سے تھپڑ مار سکتا ہے اور وہ بھی تین سے زیادہ نہ مارے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ :

’’ولا يجاوز الثلاث، وكذلك المعلم ليس له أن يجاوزها قال عليه الصلاة والسلام لمرداس المعلم إياك أن تضرب فوق الثلاث، فإنك إذا ضربت فوق الثلاث اقتص الله منك ‘‘[19]

اور (مارنے میں) تین سے تجاوز نہ کرے، اور اسی طرح معلم کے لیے بھی تین سے زیادہ مارنا جائز نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے مرداس معلم کو

فرمایا کہ تو تین سے زیادہ مارنے سے بچ اس لیے کہ اگر تو نے تین سے زیادہ مارا تو اللہ تعالیٰ تجھ سے قصاص لیں گے۔

فقہاء کرام کی ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی سزا دیتے ہوئے اس کی جسمانی کیفیت یعنی قوی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ بچے کی طاقت برداشت سے زیادہ سزا دینا قطعا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ فتاوی محمودیہ میں بچوں کو تادیبا سزا دینے کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''بچوں کے اولیاء کی اجازت سے بضرورت تعلیم مارنا، سزا دینا شرعا درست ہے مگر بچوں کے تحمل سے زائد نہیں، ایک دفعہ میں تین ضربات سے زیادہ نہ مارے، لکڑی وغیرہ سے نہ مارے۔''[20]

چنانچہ اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ استاد یا معلم میں بچے کی غلطی کو برداشت کرنے اور غصہ پینے کی کمی ہے تو اس صورت میں ایسے استاد کو تو بالکل چھڑی رکھنے کی اجازت بھی نہیں ہونی چاہیے کہ کہیں بچے کو زیادہ سزا نہ دے دے جو تشدد کی صورت اختیار کر جائے۔ دوسرا استاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر صفت برداشت پیدا کرے، اور نرمی اور شفقت کا رویہ اختیار کرے۔ اور خاص کر غصہ کی حالت میں بھی بچے کو سزا دینے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ اس وقت میں پھر سزا میں اعتدال کو باقی رکھنا ممکن نہ ہو گا۔ نارمل حالات میں چھڑی صرف بچے کی ایک نفسیاتی تنبیہ کے لیے رکھے اور چھڑی سے سزا دینے سے پرہیز بہتر ہو گا جیسا کہ فقہاء نے بھی لکڑی یعنی چھڑی سے سزا دینے سے روکا ہے۔

اگر چھڑی سے سزا دینے کو جائز بھی قرار دیا جائے تو چھڑی سے اس زور سے مارنا کہ بچے کے جسم پر نشان پڑے جائز نہیں ہے۔ عورت جس کو صنف نازک کہا جاتا ہے بچے اس سے بھی کمزور ہوتے ہیں لیکن خاوند کی نافرمان عورت کو شریعت نے تیسری درجے میں مارنے کی اجازت دی ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

''و التي تخافون نشوزهن فعظوهن و اهجروهن في المضاجع و اضربوهن...الآية [21]

جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو (پہلے) انہیں سمجھاؤ اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) انہیں خواب گاہوں یں تنہا چھوڑ دو، (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) انہیں مار سکتے ہو۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے نافرمان عورت کو مارنے کی حدود کے متعلق فرمایا عورتوں سے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے۔ اور کلمۃ اللہ سے تہارے لیے حلال ہوئیں ہیں۔ اور تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ جس کو تم ناپسند کرو اس کے پاس نہ جائیں اور اگر وہ ایسا کریں

''فاضربوهن ضربا غير مبرح.''[22]

تو انہیں سختی سے نہ مارو۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں ضرب مبرح سے مراد شدید تکلیف دہ ضرب ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایسی شدید ضرب نہ لگاؤ جو تکلیف دہ ہو۔[23]

عطاءؒ فرماتے ہیں میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا

''ما الضرب غير المبرح؟.''[24]

ضرب غیر مبرح کیا ہے؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسواک یا اس جیسی چیز سے مارنا ہے۔

اسی وجہ سے نافرمان عورت کو اتنا مارنے کی اجازت ہے جس سے جسم پر اثر بھی نہ پڑے، ہڈی نہ ٹوٹے اور زخم بھی نہ آئے۔[25]

جب عورت کو ایسا مارنے کی اجازت نہیں جس سے جسم پر نشان پڑ جائے تو بچے کو اتنا مارنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ چنانچہ امام قرطبیؒ بھی فرماتے ہیں کہ:

''كذالک القول فى ضرب المؤدب غلامه لتعليم القران والأدب.''[26]

یہی قول بچے کو ادب اور قرآن کی تعلیم دینے والے کے مارنے کے بارے میں بھی ہے۔

چہرے پر مارنے کی ممانعت:

بچے کو تنبیہ کے لیے ہاتھ سے مار سکتا ہے لیکن تین سے زیادہ مارنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح بچے کے چہرے پر تھپڑ مارنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ حدیث پاک میں چہرے پر مارنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں مروی ہے کہ:

''لا تضرب الوجه.''[27]

چہرے پر نہ مارو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الضرب فى الوجه...الخ''[28]

رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور داغ لگانے سے منع کیا۔

حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا

'' اذا قاتل أحدكم أخاه فليجتنب الوجه.''[29]

جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو مارے تو چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے۔

سنن نسائی کی روایت میں ''اذا ضرب احدكم '' کے الفاظ ہیں۔[30] اور امام ابو داؤد نے سند صحیح سے اسی روایت کو نقل کیا ہے جس حضور

اقدس ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مارے تو

''فليتق الوجه.''[31]

امام نوویؒ علماء کا قول نقل کرتے ہیں کہ اس حدیث میں چہرے پر مارنے کی ممانعت کی تصریح ہے۔ اس لیے کہ چہرہ تمام محسن کا جامع ہوتا ہے اس کے اعضاء نفیس اور لطیف ہوتے ہیں اور اکثر انسان اسی کے ذریعے پہچانا جاتا ہے۔ یہ حدیث بیوی، بیٹے یا غلام کو تادیباً چہرے پر مارنے کی نہی کو بھی شامل ہے۔[32]

مالی سزا یعنی جرمانہ کرنا:

عصر حاضر میں نظم وضبط کی خلاف ورزی یا کسی بھی امر پر تادیباً مالی سزا یعنی جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔ بچہ جو کہ ابھی شریعت مطہرہ کا مکلف نہیں ہے کا مال بغیر رضامندی کے لینا محل نظر ہے۔ تعزیر مالی کا مسئلہ بھی فقہاء کے ہاں مختلف فیہ رہا ہے۔ اکثر فقہاء تعزیر مالی کو ناجائز قرار دیتے ہیں کیونکہ تعزیر مالی میں کسی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر لینا ہے۔ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

''لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفسه.''[33]

کسی مسلمان کا مال لینا اس کی رضامندی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔

مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر کسی بھی باطل طریقے سے لینا جائز نہیں ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ:

''و لا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل...الآية''[34]

اور ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔

امام ابو یوسفؒ حکمران کے لیے تعزیر مالی کو جائز قرار دیتے ہیں۔[35] لیکن بچے کے لیے تو تعزیر ہی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ تعزیر کسی جرم کے ارتکاب پر قاضی کی طرف سے مقرر کردہ سزا ہوتی ہے۔ جبکہ بچہ شریعت مطہرہ کا مکلف نہیں ہے تو اس کو سزا کیسے دی جاسکتی ہے۔ اس لیے مالی جرمانے کو تعزیر مالی پر قیاس کرنا ناجائز ہوگا۔

نتائج البحث:

1. بچوں کی تربیت و تعلیم کے دوران اصلاان سے محبت و شفقت کا رویہ ہونا چاہیے۔
2. بچوں کو غلطی یا قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کرنے پر انہیں ڈانٹنا یا تنبیہ کرنا جائز ہے۔
3. بچے نابالغ ہونے کی وجہ سے شریعت کے مکلف نہیں ہیں اس لیے ان کی کوئی غلطی جرم یا جنایت نہیں ہوتی۔ لہذا ان کو نظم وضبط کی

خلاف ورزی پر دی گئی سزا ان کو بطور تادیب و تنبیہ کے ہو گی بطور تاوان نہ ہو گی۔ جیسا کہ بچہ دس سال کے بچے کو نماز میں سستی پر سزا کا حکم ہے۔

4. بچے کو تادیباً مارنا جائز ہے، لیکن چھڑی سے مارنا جائز نہیں ہے۔

5. بچے کو تادیباً ہاتھ سے مارنا جائز ہے لیکن تین سے زیادہ مارنا جائز نہیں۔

6. بچے کو تادیباً اتنا زور سے مارنا کے جسم پر نشان پڑ جائے یا زخم آجائے، جائز نہیں ہے۔

7. بچے کو تادیب کے لیے اس کی طاقت برداشت سے زیادہ مارنا یا سزا دینا جائز نہیں ہے۔

8. بچے کو بطور تنبیہ یا تادیب کے چہرے پر مارنا جائز نہیں ہے۔

9. اکثر فقہاء کے نزدیک تعزیر مالی جائز نہیں ہے، جبکہ بچے کو تعزیراً سزا دینا جائز نہیں ہے۔ اس لیے بچے پر تادیب و تنبیہ کے لیے مالی جرمانہ کرنا جائز نہیں ہے۔

References

1. Bukhārī, Muḥammad bin Ismā‘īl, Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Dār al Bashā,ir, al Islamiyyah, Beirūt,3rd Edition, 1409 A.H, Ḥadīth No: 364.
2. Bukhārī, Muḥammad bin Ismā‘īl, Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Dār Ṭūq al Najāt, 1st Edition, 1422 A.H, Ḥadīth No: 5998.
3. Abū Dāwūd, Sulimān bin Ash’ath, Sunan Abī Dāwūd, Al Maktabah al Aṣriyyaa, Ṣaydā, Beirūt, Ḥadīth No: 4943.
4. Imām, Mālik bin Anas, Al Muta, Mo’assasah Za,id bin Sultān āl Nihyān lil āmāl al Khayriyah, wal Insāniyah, Abū Zabī, 1st Edition, 1425 A.H, Hadīth No:207.
5. Nawawī, Yaḥyā, bin Sharaf, Al Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim bin al Ḥajjāj, Dār Iḥyā‘ al Turāth al Arabī, Beirūt, 2nd Edition, 1392 A.H, 3/195.
6. Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth No: 5996.
7. Ibn Ḥajar ’Sqalanī, Aḥmad bin Alī, Fatḥ al Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Dār al Ma’rifah, Beirūt, 1379 A.H, 10/429.
8. Ibn Ḥambal, Aḥmad bin Muḥammad, Musnad Aḥmad, Mo’assasah al Risālah, 1st Edition, 1421 A.H, Ḥadith No:19059.
9. Tibrānī, Sulimān bin Aḥmad, Al M’uhjim al Kabīr, Maktabah ibn Taymiyah Caira, 2nd Edition, Hadīth No: 10669.
10. Musnad Aḥmad, Ḥadīth No: 22075.
11. Mullā Qārī, Alī bin Sultān Muḥammad, Mirqāt al Mafātīḥ Sharḥ Mishkāt al

Maṣābīḥ, Dār al fikr, Beirūt Labnān, 1st Edition 1422 A.H, 1/133, 134.
12. Muḥammad Zakryā , Fadā,il A'māl, kutub Khānah Fidī Lāhūr, Pākistān, p: 230.
13. Sunan Abī Dāwūd, Ḥadīth No: 494.
14. Khitābī ,Aḥmad bin Muḥammad, Ma'ālim al Sunan , Al Matb'ah al 'Ilmiyyaa Ḥalb, 1st Edition, 1351 A.H,1: 149, 150.
15. Jalāl Dīn Sayūtī, Abd al Rahmān bin Abī Bakar, Dur Manthūr, Dār al fikr, beirūt, 6/519.
16. Alā al Dīn, Abū Bakar Al Kāsānī, Badā,i' al Ṣanā,i' fi Tartīb al Sharā,i', Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 2nd Edition, 1406 A.H, 7/64.
17. Sharnablānī , Ḥassan bin 'Ammār, Marāqī al Falāh Sharḥ Mtn Nūr al ,idāh, Al maktabah, al Aṣ sriyya, 1st Edition, 1425 A.H, p: 71, 72.
18. Taḥtāwī , Aḥmad bin Muḥammad, Ḥāshiyah al Taḥtāwī 'Ala Marāqī al Falāḥ Sharḥ Nūr al ,idāh, Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, Beirut Labnān , 1st Edition, 1418 A.H, p: 174.
19. Ibn ābidīn, Muḥammad Amīn, Rad al Muḥtār 'alā al Dur Muḥtār, Dār al Fikr, Beirūt, 3rd Edition 1412 A.D, 1/352.
20. Muftī , Maḥmūd Ḥasan Gangūhī, Fatāwā Maḥmūdiyah, Idārah al Fārūq Karāchī , 1st Edition, 1426 A.H,14: 127.
21. Al Nisā :4.
22. Muslim bin al ḥajjāj, Ṣaḥiḥ Muslim, Dār Iḥyā' al Turāth al Arabī, Beirūt, Ḥadīth No: 1218.
23. Nawawī, Yaḥyā, bin Sharaf, Sharḥ al Nawawī 'alā Muslim, Dār Iḥyā' al Turāth al Arabī, Beirūt, 2nd Edition, 1392 A.H, 8/184.
24. Qurtabī , Muḥammad bin Aḥmad, Tafsīr Qurtabī, Dār al kutub al Misriyyah, Caira, 2nd Edition, 1384 A.H, 5: 173.
25. 'Usmānī, Muḥammad Shafī', Ma'ārif Al Qurān, Idārah al Ma'ārif, Karāchī , New Edition 1439 A.H,2: 451.
26. Tafsīr Qurtabī, 5/172.
27. Musnad Aḥmad, Ḥadīth No:20030.
28. Abū Bakar bin Abī Shaybah, Abdullah bin Muḥammad, Muṣannaf Ibn Abī Shaybah, Maktabah al rushd Riyād, 1st Edition, 1409A.H, Hadith No 19930.
29. Ṣaḥiḥ Muslim, Ḥadīth No: 2612.
30. Nisā,ī, Aḥmad bin Shu'ayb, Al Sunan al Kubrā, Mo'assasah al Risālah: Beirūt, 1st Edition, 1421 A.H , Ḥadith No:7310.

31. Sunan Abī Dāwūd, Ḥadīth No: 44/93.
32. Sharḥ al Nawawī ’alā Muslim, 16/ 165.
33. Dār Qutnī, Alī bin ’Umar, Sunan al Dār Qutnī, Mo’assasah al Risālah: Beirūt, Labnān, 1st Edition, 1424 A.H, Ḥadith No:2885.
34. Al Baqarah: 189.
35. Ibn Najīm Misrī , Zain al Dīn bin Ibrāhīm, Baḥar al Rā’iq Sharḥ Kanz al Daqā’iq, Dār al Kitāb al Islamī, 5/44.